

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

## اشارات

( ۱ )

آج ۲۲ ستمبر ہے۔ مولانا سید ابوالا علی مودودی رحمۃ اللہ علیہ کو ہم سے جدا ہوتے دو سال پورے ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ رخصت ہوتے والے رخصت ہوتے ہیں اور پھر دن اور ہفتہ اور جمیعہ اور سال پورے ہو ہو کر گذرتے رہتے ہیں۔

مولانا جیسی شخصیت کو زمانہ بھلا تھیں سکتا۔ ان کی یادمنش سے زیادہ اہم یہ بات ہے کہ ہر دو شخص جس سے سید مودودیؒ سے محبت ہو، وہ یہ سوچے کہ اس نے مولانا کے میے ہوتے پیغام کو کہاں تک پڑھا، سمجھا، جذب کیا اور اس پر عمل کیا۔ جو دعوت انہوں نے دی تھی کیا وہی دعوت ہم آگے پہنچا رہے ہیں؟ دعوت حق کے جو طریقے انہوں نے کتاب و مستشرق سے اخذ کر کے ہمارے سامنے رکھے تھے کیا آن طریقوں پر ہم کا رہندا ہیں؟ کیا جیسا کہ دارالاس دعوت کے سابقہ چاہئیے وہ ہم میں ہے اور آیا ہم اس میں روز بروز اضافہ کر رہے ہیں یا خدا شخواستہ تک آ رہی ہے؟ کیا وہی جذبۃ الفاق فی سیل الشدہ ہمارے اندر ہے جس کی تعلیم صاحب تفہیم القرآن نے دی تھی؟ کیا سمح و طاعت کا وہی اسلوب و انداز ہماری لئکھوں میں راست ہے جس کی فقط علمی لشان نہیں ہی مولیٰ ہاشم مخفور نے نہیں کی تھی بلکہ برسوں اس کی عملی تربیت مجھی ہم کو دی تھی؟ کیا خادمان دین اور رفقائے خریکِ حق کے لیے ہمارے اندر سچا اور گہرا جذبہ محبت و اخوت ہے؟ اور کیا طاغون قوتوں، فحشاء و منکرا اور امکہ قساد و ضلالت کے خلاف ہمارے دلوں میں وہی سلسلے جیسی موجود ہے جو کسی سچے مسلمان میں ہونی چاہیے؟

اس سوال کے کو سامنے لے کر کہا پنا جائز ہ لیجیے۔ اگر اس معیار پر آپ پورے اُترتے ہیں یا کم سے کم

خاصے اچھے قرار پاتے ہیں تو آپ مولینا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے سچے محبِ بھی ہیں اور ہر آن ان کی یاد آپ کے سامنہ ہے۔ جہاں مرحوم و مخchor کا طریقہ ہے، جہاں ان کی دلی ہوتی رہنمائی پر توجہ برقرار ہے، جہاں ان کے سکھائے ہوئے ٹکری اور عملی اسبات یاد کیے جاتے ہیں، وہاں مولینا مودودی کی محبت اور یادِ خائمش ہے۔

اگر خدا نجوا استہ ایسا نہیں۔ یا ضروری حد سے بہت کم ہے۔ تو چھر آپ سال منا میں یا ہر چھٹے اور ہفتے تقریباً متفقہ کرتے ہیں۔ پھر نمائشی کھیل تماشے ہیں۔

اُنتر تعالیٰ مولینا سید ابوالاعلیٰ مودودی پر اپنی رحمتیں نافذ کرے، انہیں ان کے بے پایا خدمات کی واژگوادے۔ اور ان کی ہر بشری کو تابعی سے درگذر فرمائے۔ نیز ہم کو اقامتِ دین کی اس مہم میں پورا پورا حصہ ادا کرنے کی توفیق دے جس میں شامل ہوتے وقت ہمنے ان سے یا ان کے نائبین سے عہدِ استوار کیا تھا، یا ان کے بعد ان کے طریقہ کار پر کام کرنے کا پیمانہ باندھا! آئیں

(۱۲)

”میں ان کی گردنبی توڑ دوں گا۔“

”میں بہت بے رحمانہ اور سنگولا نہ اقدامات کروں گا۔“

”میں کمزور نہیں ہوں، میں ٹوٹتا نہیں۔“

یہ الفاظ کسی سرچھرے نوجوان کے نہیں ہیں جو کسی روچِ حمل کی روئیں پڑکر سب سے میں آئے کہتا چلا جاتے۔ یہ ارشاداتِ عالیہ ایک مسلم مملکت کے سربراہ کے ہیں۔ اور ان الفاظ کو بغیر حوصلے کے اگر نفیاتِ دان کو معافانہ و تحریر کے لیے دیا جائے تو وہ ان کے مصنف کی ذہنی صحت کا سڑپیکیٹ نہیں گے جیسے کہ مقتوب برطانوی نمائندے مسٹر ڈیوڈ ہرست نے ۱۹۶۴ء میں ایک انٹرویو کی فلم میں یہ کہا تھا کہ وہ:-

”ایک ایسا ایکٹر ہے جو احساسِ گھتری میں بنتا ہے۔“

تذکرہ ہے اُس عظیم شخصیت کا جس کے ہاتھوں حال ہی میں مصری معاشرے میں ایک دھماکہ رخیز حادثہ شکست و رنجت (THE CRACKDOWN IN CAIRO) NEWS WEEK

عمل میں آیا ہے۔ یعنی عالی مقام الوار السادات صدر مصر۔

مصر کی موجودہ بڑی پیچیدگیاں چار ہیں جو حقیقی وجہ اضطراب ہیں:

۱۔ اقتصادی حالات کی خرابی۔ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر اسلامی اور اشتراکی سارے عناصر متفق ہیں۔ اول تو صدر رسادات کی غیر متوازن پالیسیوں کی وجہ سے اقتصادی صحت بحال ہوئی نہیں سکتی۔ پھر تم یہ کہ مصنوعات سے کہا فسروں اور کارکنوں تک ہر مردودت باہر سے پوری کی جا رہی ہے۔ نتیجہ یہ ہے ایک طرف صنعتی ترقی ناپید، دوسری طرف مصر کے تعلیم یافتہ فوجوں کی ہر سال ایک نئی فوج بے روڈ کاری کے کیپ میں لا کھڑی کی جاتی ہے۔ ایک طرف روئی ماہرین باوجود مجبور تعلقات کے خلائق کے خاصی قعداد میں موجود ہیں، دوسری طرف امریکی ماہریاں چلے آ رہے ہیں۔ پھر ایک کا چسکا عجب کسی ٹکک کو پڑ جاتا ہے تو وہ ایڈ دینے والوں کے لیے بہترین منظہ توبن جاتا ہے، مگر ایڈ کے بل پر وہ خود کفالت کی طویل راہ پر قدم بڑھانے میں بالکل ہی پھیٹکی ہو جاتا ہے۔

حکایہ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے مصر اسرائیل دوستی نے پکشہ دکھایا کہ اسرائیل نے مرغیاں انڈے سے بنا۔ سستی قیمت پر مصر کے بازاروں میں ڈال دیتے کیونکہ مصر خود اپنے لیے مرغیاں انڈے سے بھی فرائم نہیں کر سکتا۔ صدر صاحب نے اسرائیل کے اس احسان کی بڑی تعریف کی۔ مگر دوست نافہم اور احسان نادش کر فرم نے اسرائیلی مرغوں انڈوں کو خریدنے سے الکار کر دیا۔ یہاں تک کہ ڈال اٹھوا کر والپس کرنا پڑا۔ اقتصادی بحالی کی وجہ سے بڑا اضطراب اندر ہی اندر بڑھ رہا ہے اُس پرندہ فولادی چارچ کیا جاسکتا ہے اور نہ آ سے گرفتار کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ قبلیوں کا مشکل بھی بڑی گھرائی رکھتا ہے۔ مصر میں انیسویں صدی کے آٹھویں حصے سے بیسویں صدی کے اوائل تک مسلمانوں میں دو تحریکیں اٹھیں۔ ایک مصطفیٰ کامل کی قیادت میں جس نے دین و دملن کو ہم آبنگ قرار دیا۔ اس کے مقابلے پر ایک لا دین تحریک اٹھی جس کے ایک لیڈر عبد الحمید الزہراوی نے اپنے اخبار الجمیلہ میں لکھا کہ جس اسلام کا سیاسی استعمال حضرت عمر بن کے دوڑ کے ساتھ اور دینی استعمال حضرت علی رضا کے انتقال

پر ختم ہو گیا۔ اس کے اسیاد کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ لوگ اسلام کی بنیاد پر قوم کی شیرازہ بندی اور سیاست کی تکمیل کے تحت مختلف مختہ مسلمانوں کے ان دلوں کو وہی میں تصادم تک نوبت پہنچی مصري قبطیوں نے اپنا ذذن لادینی طبقے کے پڑھے میں محاول دیا۔ جیسا کہ آج بھی ہر جگہ عیسائی اور دوسری غیر مسلم اقلیتیں کہتی ہیں۔

دوسری طرف دونوں قسم کے مسلمان انگریزی استعمار کے خلاف جب جنگ لڑ رہے تھے تو انگریزوں کی خاص اکساہڑ اور پشت پناہی سے قبطیوں نے تعلیم، عہدوں اور معيشت کے میدان میں پوزور پیش کر دی کی۔ اس کے نتائج سے مصر آج تک نہیں نکل سکا۔ مزید پہ کہ مسلمان انگریزوں کی حکومت اور پالیسیوں سے تعاون نہیں کرتے تھے، مگر قبطیوں نے تعاون کیا۔ اور اُس سے فتحت غیر مترقبہ جانا۔ انگریزوں نے جس طرح بصری میں ہندو اکثریت کو مسلمانوں کے خلاف متخکر کیا، اس طرح مصر پر قبطی اقلیت کو استعمال کیا۔ نتیجہ یہ کہ مصری مسلمانوں اور قبطیوں میں بہیش کے لیے سیاسی اور ملیحی اختلافات زدہ پکڑ گئے۔ سوال یہ پیدا ہو گیا کہ مصر کا خدار کون اور وفادار کون؟

اس سوال کا جواب قبطیوں نے اپنے اخبارات "الوطن" اور "مصر" (اجماع، ۱۸۸۰ء) میں یہ دیا کہ ہم قبطی فرعون کی اولاد ہیں اور مصر کے اصل مالک۔ ہمارے جسموں میں بیرونی خون کی آمیزش نہیں ہے۔ اس طرز فکر سے ادازہ ہو سکتا ہے کہ ان اخبارات نے کیا انہر میں بھی یا ہو گا۔ اور کسی آگ بھڑکائی ہو گی۔

آگے چل کے مسلمانوں میں ایک اور نقطہ نظر ابھر کرہ اسلام ایک ذاتی اور بھی نہ ہب کے طور پر عقائد و رسوم کی حد تک ضرور رہنا چاہیے، مگر سیاسی نظام دنیوی مصلحتوں کے تحت چلنا چاہیے۔ دوسرے لفظوں میں دین اور سیاست کو الگ الگ رکھا جاتے۔ اس تحریک کے پیچے عالمی صہیونیت کام کر رہی مخفی جس کا نشانہ ترکی ہلافت اور سلطان عبد الحمید کی حکومت تھی۔ اس تحریک کا لڑپھر لعنای، شامی، اور مصری عیسائیوں کا تیار کردہ مختہ، جسے آج بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ اس نظریے کے متعلق ایک مشہور اور اہم کتاب "ام الفرزی" ہے جسے عبدالرحمن الکواکبی بنے لکھا تھا۔ اس تحریک کی پیٹ میں وہ جدید تعلیم یا فتنہ طبیعہ آیا جو اپنے حالات پر مغرب کی کشکش ریاست و کلیسا کو چسپا کرنا تھا۔ ایسے لوگ ہمارے میان بھی ہیں۔ پہلے زوروں پر تھے۔ اب ذرا انتقام رزیر پہیں۔

ایک اور شاخانہ یہ لکھا کہ بڑافوی نہزیب کے ذری اثر زلینا اور اُس کی سہیلیوں اور قلوپڑہ کے

دیس میں، تحریک آزادی نسوان پھوٹ نکلی جس کا فروغ سیکوریتی سیاست کے لیے ضروری ہے۔ اس آزادی نے وہ گلی کھلاٹ کے جنگ عظیم اقل کے بعد مصر کے شہروں میں لہو و لعوب کے گندے کے گھنے کے گھنے گئے۔ جہاں ابتدائی دوسری ملکوں کے سپاہی اور جہازی عیش کرتے تھے اور پھر دنیا کے سیاحوں کی توجہ ادھر مندوں ہو گئی۔ اس پلوسے بھی بگاڑ پھیلانے میں قبطیوں نے بہت بڑا حصہ لیا۔ آزادی نسوان (تحریر المرأة) نے غربت یہاں پہنچائی کہ سربی شاعر مصطفیٰ منقولہ کے لیقول:-

”عورتوں نے نہ صرف اپنے چہرے اور رامختہ کھول دیے بلکہ آہستہ آہستہ اپنے سان و سینہ کو بھی عربیاں کر دیا۔ ایسے لیستے نگ بیاس ایجاد کیے کہ برہنگی تحریک اسے ہو گئی۔ عورت اس پر  
برہنہ اور آبرو باختہ ہو گئی کہ مصر کا ہر بارہ صنیع مسلمان چیخ اٹھا۔“

مسلمانوں اور قبطیوں کے درمیان تعلقات کا یہ شودنا ہونے ہوتے یہاں ایک ایک عجیب حادثہ رونما ہوا۔ ۱۹۱۷ء میں مصر کی وزارتِ عظیمی ایک قبطی بطریق عالمی کے ہاتھ میں آگئی۔ مزید ستم یہ کہ اس کی بیوی یہودی النسل تھی۔ اس شخص نے ۱۹۱۸ء میں امریکی صدر کے استقبالیہ میں جو خطبہ دیا وہ مسلمانوں کے جذبات کے بالکل خلاف تھا۔ بطریق برائیم ناصحت کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اس واقعہ کو قبطی اخبارات نے خوب اچھا لالوہ مغربی پریس تک اپنا پروپیگنڈا پہنچایا۔ ۱۹۱۹ء میں نئے وزیر اعظم ریاض پاشا نے اصلاح احوال کی کوشش کی مگر پانی سر سے گزرا پکا تھا۔

قبطیوں کے مشنے کو سمجھنے کے لیے ایک نگاہ مسلم اکثریتی علاقوں میں سے لبنان، نائب یورپی اور سوویٹان کی تاریخ پر ہوئی چاہیے، اور عیسائی اکثریت کے علاقوں میں سے فلپائن، بیونان، جبسہ اور اٹھریا کے حالات پر۔ ہم کوئی تفضیل یہاں نہیں دے سکتے۔ آپ تاریخ ہی سے قصہ دریافت کریں۔ بس جو صورت دوسری جگہوں پر ہے وہی مصر میں ہے۔ مسلمان اکثریت میں ہوں تو اقلیت کا لمحہ آن کے سروں پر، اور اقلیت میں ہوں تو اکثریت کی محضی آن کی گردنوں پر!

مصر کے قبطیوں کا مسئلہ سمجھنے کے لیے یہ جان لینا کافی ہے کہ مسلمان مصریوں کے اندر جب کبھی قوت کی لہر اٹھتی ہے یا اگر کے لیے کوئی مشکل پیدا ہوتی ہے تو لا زماً قبطی مسلم فسادات شروع ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں کمپ ڈیوٹی سمجھوتے اور اسرائیلی دوستی اور بیگن کی آمد و رفت کے خلاف جب مسلمان احتجاج کرتے ہیں تو قبطی آن کے خلاف حکومت کی حمایت میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مسلم صحافی،

پرو فیسٹر، علماء، عوام اور نوجوان ایک طرف اور حکومت اور قبطی دوسری طرف۔ اندازہ کیجیے، کیسی طبقی صورت حالات ہے جو حکومت اور عوام کو کبھی ایک دوسرے کے قریب آنے نہیں دیتی اور جس کی وجہ سے مسلمانوں کی حکومت مسلمانوں ہی پر ظلم اُدھارتی ہے۔ قبطی تماشاد بیکھتے ہیں۔

مثلاً ۱۹۴۷ء میں قاہرہ اور اسکندریہ میں غذا اُبی بھار کے خلاف جو مظاہرے ہوتے وہ قبطیوں کی انگیخت کے مر ہوں منت بختنے۔

بچھر ۱۹۴۷ء کے ہنگامے اُس موقع پر ہوتے جب اسلام سے برگشتہ کئے جانے والے بعض مسلمانوں کی بہت افزائی اور انہیں بیشارت دینے کے لیے عیسائی بشریں کی جماعت میدان میں آئی۔

جامعہ خانکہ سال ۱۹۴۷ء کے فسادات کا باعث پوپ شنودہ کا امریکہ کی طرف جمکراڑ محتوا درکار ہے اس کی ملاقات جس کا خطاب ہری عنوان یہ تھا کہ امریکہ کی مالی امداد سے مصر میں جامعہ قبطیہ قائم کیا جائے۔ جامعہ اسیوط کے فسادات ۱۹۴۸ء میں اُس وقت ہوتے جب کہ حکومت کے خلاف اسلامی عنابر کا اظہار اختلاف ندویوں پر تھا۔

زادیہ الحمرا کے فسادات ایسے موقع پر ہوتے جب کہ عراق کی ایمنی تنصیبات پر اسرائیلی ہملے کے خلاف اسکندریہ میں مظاہرات ہوتے اور جامعہ انہرین اسلامی جماعتوں کی موئر کا انعقاد ہوا۔ کینیٹیہ شبرا کے فسادات خطبائی مساجد کی گرفتاریوں کے موقع پر ہوتے۔

فسادات کا ٹین (۱۹۴۷ء) (دبانے میں پہلی بھی بالعموم قبطی کرتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو خود اشتعال دلاتے ہیں۔ مثلاً جون ۱۹۴۷ء کے مظاہرے وزیر اعظم اسرائیل کی آمد مصر کے موقع پر مسلمانوں کی طرف سے حکومت کے خلاف (ذکر قبطیوں کے خلاف) کیے گئے مگر چونکہ قبطی بیگن کی آمد پر بہت خوش بختنے، لہذا انہیں مسلمانوں کے مظاہرے سخت کھلتے اور پچھے۔ انہیں بھی سوچ لئے تھا کہ حکومت ہماری پیشت پر ہے لہذا ایں اُس وقت جب کہ مسلمان ایک جامع مسجد میں اشٹا اکبر کے نامے بلند کر رہے تھے، فریب ہی سے قبطیوں نے آن پر گولی چلا دی۔ اب آپ خود سوچ لیں کہ آگے کیا ہونا چاہیے محتوا۔

”المجتمع“ کو بیت ان فسادات کی پہ اسرائیل پر لکھتا ہے کہ :-

”جب کوئی صاحبِ نظر ان حادثت کو دیکھتا ہے تو وہ یہ حقیقت پالیتا ہے کہ یہ ہمیشہ ایسے وقت میں ظہور پر ہوتے ہیں جب فسادات کی مخالفت پڑھ جاتی ہے۔“

دوسرا سے لفظوں میں قبطی فسادات حکومت کے تحفظات کی ڈھنال ہوتے ہیں۔

اس سلسلے میں بس ایک آخری بات!

امریکہ میں کمپ ڈیوڈ سمجھوتے کا سلسلہ شروع کرتے وقت ہی سے صدر سادات کو احساس تھا کہ مخالفت ہو گئی اور مبطور خاص اسلامی رجحان کے لوگ پیش پیش ہوں گے۔ اقیانیہ نظر کرم اخوان المسلمين اور ان کے مرشدِ عام جمیں عمر نمسانی اور نوجوانانِ اسلام پر تھی۔ صدر سادات نے اپنے نائب صدر کو یہ فریضہ سونپا کہ وہ اخوانیوں اور دوسرے مسلمانوں کو کچھنے کے لیے ایک کمیٹی بنائے کہ نفعہ تجویز کرے۔ ذرا اس کمیٹی کے افراد پر نگاہ ڈال لیجئے۔

۱۔ قاہرہ میں امریکی سفیر کے مشیر

۲۔ مصری وزیر داخلہ اسماعیل بنوی (قبطی) ۳۔ مکرم عبید (قبطی)

اس کمیٹی کے بعض خفیہ پروگرام اخبارات تک پہنچ گئے۔ اور آن پر بحث ہوئی۔ حتیٰ کہ پاکستانی اخبارات میں بہ بحث چلی۔ بیلی کا وقت سے پہلے تھیڈے سے باہر آنا خطرناک تھا۔ لہذا حکومتِ مصر نے ساری بحث کو غلط پروپگنڈا اقرار دیا اور کہا کہ ایسی کوئی اسکیم پمارے سامنے نہیں ہے۔ یوں کمیٹی کے تھیڈے کی سیاستی کمرے اسے سر بہر کر دیا گیا۔ مگر آج جب ہبڑوئی نوجوانی پوری طرح باہر آگئی۔ بلکہ اب تو وہ اچھا خاصا چیتا بن چکی تھی۔ وہی ساری یا تین سامنے آگئیں جو اس وقت، اخبارات نے چھپری بیتھیں۔ یعنی امریکی، اسرائیل اور قبطیوں کے نمائندے سے یہ طے کرنے کے لیے جمع کیے گئے تھے کہ اخوان اور دیگر ضمیر وار مسلمانوں کے خلاف کارروائی کس طرح کی جائے۔

یہ ہے قبطیوں کا مسئلہ، جن کی تعداد مصر میں ایک کروڑ تیس لاکھ ہے۔

مصر کا تیسرا مسئلہ اسرائیل سے معاملہ کرنے کا ہے۔ تین ہی راستے ہیں: اول جہاد، دوم خاموش، تعقل، سوم دوستی۔ صدر سادات نے تیرا اسٹا اختیار کیا۔ اور امریکی نے انگلی کمپ ڈیوڈ سمجھوتے تک پہنچی۔

کمپ ڈیوڈ سمجھوتے کی راہ میں مصر کے مسلم عوام اور آن کے سیاسی و دینی رہبر حاصل ہیں، سب سے

بڑھ کر یہ کہ این یورپی سٹریوں کے نوجوان طلباء حائل ہیں۔ ایک مشہور خطیب نے خطبہ دیتے ہوئے عوام کے افکار و مذہبات کی بڑی بھرپور ترجیح کی ہے۔ یہ ذکر ہے شیخ احمد الحلاوی کا جن کی امتیازی شان یہ ہے کہ وہ اپنے خطبوں میں صدر صاحب کا نام لے کر آن پر بھجوٹ، فساد، حقائق کے متعلق فرب کاری اور علم و ایمان کی تضییک کی ذمہ داری ڈالنے والے واحد خطیب ہیں۔ پورے مصر میں اور کوئی ایسی مثال نہیں۔ شیخ الحلاوی بعض اہم ہیزون پر گرفت کرتے ہیں۔ ہم آن کو تباہی کر کے عومن کرتے ہیں:-

— وہ حکومتی گروہ کی سیاست کے لیے صدر سادات کے وجود کو غیر مستوری قرار دیتے ہیں۔

— وہ پارلیمان سے بالا بالا ہونے والی قانون سازی اور اجرائی احکامات کو خلاف دستور کہتے ہیں۔

— وہ صدر سادات کی سربراہی میں کام کرنے والی حزب الوطنی (یانیشن پارٹی) پر سخت تنقید کرتے ہیں، خصوصاً انتخابات میں اس کی دھاندیبوں پر۔

— وہ کمپ ڈیوڈ ائمہ معاہدے کو دستاویز لست قرار دیتے ہیں۔ اور صاف صاف کہتے ہیں کہ معاہدے مجنح غلط اور سادات کی سیاست مجنح غلط۔

— وہ کہتے ہیں کہ صدر صاحب بیگن کے سامنے جماعت کے دن شرم الشیخ کے مقام پر کس لیے ملتے؟ کیا صدر صاحب اس ہیودی کے مچنڈے میں گرفتار ہو چکے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو وہ کیوں اپنے آپ کو یگانہ نہ رکارتا مل سمجھتے ہیں؟ کیا یہ سبز روشنی ہے یا بوجملہ رہی ہے؟ لوگ کیا کہتے ہیں۔ اس فایرہ ہیودی بیگن نے حکومت مصر کے منہ پر سیاہی لیپ دی ہے۔ یہ میں نہیں کہتا کہ مصر کے مسلمانوں کی تذلیل ہوتی ہے، کبھی تو کوئی مسلمانوں نے تو اس دوستی کو تبول ہی نہیں کیا ہے۔

— صدر سادات کہتے ہیں کہ ہمارا حلقہ اکتوبر آنٹی لٹراٹی مخفی۔ اب کوئی لٹراٹی نہیں ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس صورت میں بھی لٹراٹی نہیں ہوگی جب کہ وہ مقدس مقامات کی بے حرمتی کریں۔

جب کہ وہ تمام حدود کو توڑ دیں، جب کہ وہ سیکٹوں ہزاروں مسلمانوں کو قید میں ڈال دیں۔ بہان تک کہا ہے اس طبق کی دولت کو لوٹ لے جائیں۔ یہ کچھ ہے اے عوام! اجوج تمہارے حکام نے شرق و غرب سے تمہارے لیے سیلاب ہے۔

کمپ ڈیوڈ سمجھوتے اور مصر اسرائیل دوستی کے خلاف اتنی نفرت ہے کہ جیسے کہ ہم نے اپر تباہی اسرائیل کی سستی مریخیوں اور انڈوں کا عوام نے ہائیکارٹ کیا اور سارا ممال والیں اٹھوادیا۔ اسی طرح جب

بیگن صاحب حال ہی میں مصر میں دوستی کا جھنڈا لگائنا کے لیے تشریف لے گئے تو مصر پریس نے بہت بڑا امانا اور منظاہرے سے کہا۔ سادات صاحب قوم کے حلتوں سے اس ٹہدی کو اُتمارنا چاہتے ہیں، مگر وہ بُری طرح امکن گئی ہے۔

سید حاسا مسئلہ سیاست یہ ہے کہ یا تو کسی اقدام سے پہلے راستے کو اُس کے لیے تیار کرو، یا بعد میں لوگوں کو مطمئن کرو۔ اگر یہ نہیں پھر بجا ہے اس کے کہ لاٹھیوں سے لوگوں کے سر چوڑے جائیں اور انہیں جیلوں میں ٹھوس کرا ذیت دی جائے یا ان کی گرد نہیں توٹنے کی دھمکیاں دی جائیں۔ اُس قدم کو والپس لے لو جو قوم کو پسند نہیں ہے۔ یہ بھی نہیں تو پھر مستعفی ہو جاؤ۔ مگر حکام خصوصاً ذکریہ رحبر حضرات اس سیدھے راستے کو اختیار نہیں کرتے، بلکہ ہمیشہ طیار ہے راستوں پر چلتے ہیں اور قوم کو مار پیٹ کر اپنے سامنے گھسٹتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک دن یہاں کم اپنیں معلوم ہوتا ہے کہ سرپرتاب نہیں۔ اور تشتہ کے لیے نخت نہیں، بلکہ اتنا ہی بہت ہے کہ جان سلامت ہے۔

اس صورتِ حالات نے مصر کو اس مقام پر پہنچایا ہے کہ یہ ملک عربی اقوام سے کٹ گیا ہے اور سوب لیگ سے اس کا اخراج ہو چکا ہے۔ دوسری طرف امریکہ کا پروگرام یہ ہے کہ وہ مصر میں اسرائیل سے بھی بڑا اذاؤ اُتم کرے تاکہ تیل کے علاقوں کو ایک طرف سے اسرائیل اور دوسری طرف سے امریکہ اپنی ندیں رکھے۔ چنانچہ سر زین مصر پر امریکی فوج موجود ہے اور اُس کی جنگی مشقیں ہوتی رہنی ہیں۔

اپریل ۱۹۸۱ء کے الدعوۃ میں جسٹس عمر نمساق نے بھی صاف صاف لکھ دیا کہ کمپ ڈیلڈ کا سمجھوتہ فرانست اور عالمِ اسلام کے سامنے ایک ملاج ہے۔

اب ہم مصر کے چونتھے بھاری مسئلے کو لیتے ہیں۔ یہ ہے سخرپک ایجاد نے اسلام کا مسئلہ!

پہلے تو تمہیداً میں یہ کہنا چاہتا ہوں تقریباً سارے ہی مسلم ممالک کو اس صورتِ حالات کا سامنا ہے کہ ایک طرف ہر جگہ کے حکمران طبقہ، بیو روکر بیسی کے کل پوزے اور جدید مغربی تعلیم کے سخنarde عناصر لا دینی طرز فکر کے حامل ہیں۔ دوسری طرف ہر جگہ مسلمانوں کے اذر قیام اور جدید دولوں طرح کے مردانِ کار تیزی سے ایجاد نے اسلام کے لیے مجتمع ہو رہے ہیں۔ اقل الذکر طبقے کا ذر ثروت رہا ہے۔ مگر وہ آخری حد تک اسلام

کے اقدام کو روکنے کے لیے اٹھنے لگا رہا ہے۔ پر دیگنڈا، سازشیں، شرارتیں، سیاسی استبداد وغیرہ جو بولی سے تابیخ کی بڑھتی ہوئی تو کو روکنے کی کوششیں تو پریں۔ مگر اسلام کو ایک کار فرا فوت کی بیشیت ملانے کی سعی و جہد کرنے والی طاقت ہر جگہ بڑھ رہی ہے۔ یہ تحریک عجیب و غریب ہے کہ دنیا کے کمزور ترین مسلمان بھی اسی سرشاری میں اور دبائیے اور استلائے جانے کے باوجود اپنے عزائم کا پرجم اٹھاتے ہوئے ہیں۔ مسلمان جماعتیں بھیلئے اور اجھرنے کے لیے زور لگا رہی ہیں۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے ملکوں میں جو بھی حکمران آتے ہیں۔ وہ نئی اجھرنے والی قوتوں سے یہم ہنگ ہو کر ان سے قومی زندگی کی تعمیر کا کام لینے کے بجائے ان کو بار بار ختم کرنے کے لیے زور لگاتے ہیں، مگر وہ ہر آزاد ماںش کے بعد نئی کونسلیں اور بھی تیزی سے چھوڑنے لگتی ہیں۔ فیض یہ ہے کہ غلط الفکر سیکولر مزاج حکمران بالہ بار چیزیں سے دوچار ہوتے ہیں۔ ان کے داغوں کی نسوں میں پڑی ہوئی گانتھ کسی طرح کھلتی ہی نہیں۔ کیا یہ لوگ ہر جگہ ایسے سبیل پرندے کے منتظر ہیں جو ان کو مع ان کے طرز فکر اور ان کے حافظتوں کے بھائے جائے۔

صدر رسادات بھی اپنے ذہنی بھنوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور خفته میں آکر کہتے ہیں کہ یہ سارے سمندر کو میا میٹ کر دوں گا۔ اور تمام موجود کو گرفتار کر کے حکمیت و عقوبات میں کس دوں گما۔ آہ دوسروں کی خوشنودی پر اپنی قوموں کو تباہ کرنے والے یہ لوگ !!۔ اپنی سمجھیں نہیں ہیں کہ تابیخ کیوں انگڑا ایساں لے رہی ہے اور ستاروں کی گردش کیوں تیز ہے؟

مصطفیٰ کامل کا ہم ذکر کرچکے ہیں، مصر کا یہ سر فروش، اسلام کا محبت اور عوام کا معتقد رہنا شاید ۱۹۰۵ء میں توڑتے دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کی تحریک تھے لاد بینی غاصراً اور تقریباً دین و سیاست کے علمبرداروں کا زور میں خاص کام کیا۔ قدرت نے اس کا خلا بہترین طور پر پرکرنے کے لیے قاهرہ کی بستخی محمودیہ میں ایک پر کوآغازِ حیات کا اذن دیا جو آگے چل کر الامام حسن البنا دکے نام سے معروف ہوا۔ اس شخص نے قہوہ خانوں اور ہٹلوں میں جا جا کر وہاں جمع ہونے والے تجویزوں اور طازموں اور محنت کالوں تک دعوت حق ایسے موثر اداز میں پہنچائی کر لیا۔ والوں کی تعداد تیزی سے بڑھنی گئی۔ اسلام کے ان سپاہیوں کے الخوان المسلمون کے نام سے منظم کیا گیا۔ گذشتہ جنگ عظیم کے خلاف پر انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے الخوان نے زور دار عوامی تحریک چلائی۔ بعض تنظیمیں اتنا بھیلاؤ آیا کہ فتح کارکنوں کی تعداد ۵ لاکھ

یک پیچ گئی۔

انگریزی دو ریں نقرashی پاشا اس خریب کے دباؤ کو برداشت نہ کر سکا اور مستعفی ہو گیا۔ پھر اسماعیل صدقی پاشا نے حکومت سنبھالی تو اخوان کے خلاف شدید کارروائی کی، مگر کامیاب نہ ہوا۔ دسمبر ۱۹۳۸ء میں اخوان نے اذہر سے بہت بڑا احتجاجی جلوس نکالا جس کی قیادت حسن البنا کر رہے تھے۔ جلوس نے تمام عرب حکومتوں سے مطالبہ کیا کہ اسرائیل کے خلاف اعلانِ جہاد کیا جائے۔ اس جلوس اور اس مطلبے سے انگریز اور یہودی دولوں چکر اگئے تھے۔ تقب مارٹ ۱۹۳۹ء میں کارل شل کے حکم نمبر ۲، کے تحت اخوان کو خلاف قانون قرار دیا گیا۔ ساختہ ہی اخوان پر شدید مظالم کا دور شروع ہو گیا۔ بعد ازاں ابراہیم پاشا نے یہ اعظم بنا اور رہی سہی کسر پوری کر دی۔ ۱۲ فروری ۱۹۴۰ء کی شام کو حسن البنا سرراہ شہید کر دیے گئے۔ پھر ۱۹۴۵ء میں صدر ناصر نے اخوان کو خلاف قانون قرار دیا۔ رہنماؤں کو گرفتار کیا۔ موت کی سزا میں دیں، بجیلوں میں اذیتیں دی گئیں۔

سید قطب جو ۱۹۴۳ء کے وسط تک جیل بھگتے رہے، رکنی کے بعد ان کو اگست ۱۹۴۷ء میں پھر پکڑ لیا گیا۔ اور فوجی ٹریننگ میں مقدمہ چلا کر انہیں سزا میں موت دے دی گئی۔ یہ محسن اسلامی نظریات کی علمبرداری کی سنگیں سزا تھیں جو ایک خاموش طبعِ مفکر و مصنف پر نافذ کر دی گئی۔ مگر سید قطب کے افکار اور تحریروں کو بچانسی نہ دی جاسکی۔

۱۹۴۷ء میں صدر ناصر پر دل کا دورہ پڑا، جیتنے جی تو وہ محسن ذہنی دوسرے میں منتدا رہے۔ ۱۹۴۷ء میں صدر سادات آئئے تو انہوں نے اخوان کے خلاف پابندیوں کو نرم کیا اور رہائیاں عمل میں آئیں۔

صدر سادات کے اقتدار پر آنے کے ۲ برس بعد مصری فوج نے نہر سویز پار کر کے اسرائیل سے مصری مقبوضات والگزار کرنے کیے جنگ کی۔ اس کامیاب اقدام نے صدر سادات کو مضبوط کر دیا اور مصری قوم کو منخدت کر دی۔ اس مرحلے پر صدر سادات نے دوسرا سے تعلقات ختم کر دیے۔ اور امریکہ سے چاہ آئی بڑھائی کہ امریکی نے سادات کو مصر اور اسرائیل کو دوستی کی راہ پر ڈال کر یروشلم پہنچا دیا۔ نومبر ۱۹۴۸ء میں یروشلم پورسٹ کے نمائندے کو انٹرولیڈیتیسے ہوئے انہوں نے کہا وہ اسرائیل کے ساختہ تعلقات بڑھائیں گے خواہ آن کی کتنا ہی مخالفت کی جائے۔ اس کا رد عمل یہ ہوا کہ آسپریٹ یونیورسٹی کے مسلم طلباء نے سادات کے خلاف

منظہر سے کیے جب کہ قبھی طبلہ نے مقابلے پر سادات کی حمایت میں جلوس نکالا۔ تصادم کے خطرے کو روکنے کے لیے یونیورسٹی بنکر دی گئی۔

یاد رہے کہ ماضی میں اخوان پر جو ظلم توڑے گئے تھے اور آج تک جو پابندی اُن پر جاری تھی، ان کی وجہ سے اخوان المسلمون نامی تنظیم کی جگہ یونیورسٹی مسجدوں اور محلوں میں بے شمار اسلامی تنظیمیں رونما ہیں جن میں مصری فوجوں حضرتے رہے تھے۔ ڈاٹھیاں تیزی سے فوجوں چھروں پر نمودار ہونے لگیں اور خواتین چادریں اور اسکارف اور حصہ لگیں۔ بعض نے ایسے برقے پہن لیے جن میں آنکھوں کے سوا سارا جسم دھنپ جاتا۔ نائبِ کلبیوں اور شراب خالوں والے مصر میں تہذیب کا یہ عذر ہوا مختا تو کیسے برداشت کیا جاست۔

صدر سادات کو ڈاڑھی اور پردہ، دو چیزوں بہت ناپسند ہیں، اور یہ سبکو لست کا بھی خاص ہے۔ وہ برابر اس بڑھتے ہوئے اسل می زنگ پر پیچ فتاب کھارے تھے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ مصر کے اضطراب اگلیز حالات میں عوام کی ذہنی رہنمائی پوری طرح اسلامی عنصر کے ہاتھ میں ہوتی۔ اس وجہ سے پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق اُن پر محشر پوروا رکیا گیا۔ یہ اسی تاریخی ہر کو روکنے کی ایک اور کوشش ہے جس کے خلاف نقراشی پاشا سے لے کر صدر ناصر تک مختلف لوگ پورا پورا نور بآزاد و ضرف کر کچکے تھے۔ اس رہائی کے جنیلوں نے کچھے عرصے میں مجموعی طور پر مصری مسلمانوں کی جو فوت بر باد کی ہے اُس کے مقابلے میں اگر نتائج کو سامنے رکھ کر سنو چا جانا تو اس ملا حاصل بر بادی کے سجائے قوم کی اکثریت کے انجمنتے ہوئے دینی رحمانات کو قبول کر لیا جاتا۔ مگر بادشاہیں اور آمرتیں اس طرح سوچلے نہیں کرتیں۔ وہ بار بار کی شکست کے باوجود دقت سے لڑتی رہتی ہیں۔

متذکرہ چار وجہ سے صدر سادات اس وقت ذہنی اضطراب کے ایک خطرناک گروپ سے دوچار ہیں۔ اس حالت میں وہ جو کچھ کر گزریں بعید نہیں۔ مگر گرداب کی گردہ کھولنے کی حمدت اُن کو نہیں آتی۔ ڈیکیٹر دیکھنے میں خوفناک حد تک مضبوط ہوتا ہے، مگر فی الحقيقة حد سے زیادہ کمزور۔ تنقید و اخلاف کی آواز اس کے لیے ناقابل برداشت ہوتی ہے، کوئی مخالفانہ تقریر ہو جائے تو وہ غصت سے کاپنے

لگتا ہے۔ کوئی چھوٹا سامنہ اپنے ہو جائے تو اُس کی جان پر بن جاتی ہے۔ محاادرے کی زبان میں پتہ کھڑک کے تو اُس کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر پیچ در پیچ مسائل اس سے اپنا حل مانگنے کے لیے اُن کھڑے ہوں اور وہ حل پیدا نہ کسکے تو پھر وہ ساری قوم سے لڑ جاتا ہے۔

اب جو کارروائیاں مصر میں ہوئیں ان میں کوئی توازن نہیں، ان کی بنیاد کسی معقول منطق اور مخصوص استدلال پر نہیں۔ اندھا دھنڈ قبصہ ہیں جنہوں نے سارے معاشرے کو تلپٹ کر دیا ہے۔

۶ سیاسی اور مذہبی اخبار بند کر دیے گئے۔ ۷ صحفیوں پر پابندی لگادی گئی۔ اسلامی تنظیموں کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ اور ان کی املاک ضبط کر لی گئیں۔ جس عزم فیصلے دینی قائد، محمد حسین میکل جیسے ادیب و صحافی پیشیغ عبدالحمید کشک جیسے خطیب اور ابو اسماعیل جیسے رکن پارلیمان کو گرفتار کر لیا گیا۔ صدر سادات کے اپنے ابتدائی اعلان کے مطابق مجموعی طور پر ۱۵۶۵ (البوقل نیوز ویک ٹائمز) سے زائد گرفتاریاں گئیں۔ نشانہ بننے والوں میں ادیب، صحافی، دانشور اور علماء سب طرح کے لوگ شامل ہیں۔ واضح رہے کہ "کاربیخیر" ابھی حماری ہے۔ پروفیسر و اور صحافیوں کے بکثرت تباہی کیے جا رہے ہیں۔ ۸ سو ہزار مساجد کو حکومت کی تحریک میں لیتے کافیصلہ سننا دیا گیا ہے۔ اور قوری طور پر ۹ "خطرانگ" مساجد پر قبضہ کر لیا گیا ہے۔ یونیورسٹیاں پولیس کے حوالے کر دی گئی ہیں۔

ان اقدامات کا اصل نشانہ چونکہ اخوان المسلمون ہیں، اس وجہ سے صدر سادات نے پارلیمنٹ کے سامنے نقیر پر کرتے ہوئے اور طلبی وثائق سے قورم کو خطاب کرتے ہوئے، نیز پسیں کانفرنس میں اُن پر زبردست حملے کیے ہیں۔ فرمایا:

"لوگ اس سال کے اول میں فرقہ دارانہ فساد کرنے میں ملوث رہتے۔ اخوان مذہب کی آڑ میں دہشت گردی پھیل رہے رہتے۔ مسجدوں میں مذہب کو سیاست سے خلط ملطک رہے رہتے۔ مصر کو مذہبی اور سیاسی انتہا پسندوں اور بد نظمی پھیلائے والوں سے نجات دلانے کی میں نے قسم کھائی ہے۔ اب میں اس تنظیم کے ساتھ کوئی نرمی نہیں برتوں گا۔ بلکہ بے حد سعکد لانے اور بے رحمانہ اقدامات کر دیں گا۔ اگر کسی مذہبی انتہا پسند کے پاس اسلحہ پایا گیا تو میں اُس کی گردان توبہ دوں گا۔ میں جتوں یوں سے منٹ رہا ہوں۔ اُن کے باعث ملک کے جمہوری عمل کو خطرہ

ہے۔"

ہم نے مختلف اقوال کو یک جا کر دیا ہے۔ آخری جملہ بڑے سکال کا ہے جب ہوریت کی پروپریٹی ڈکٹیٹری شپ کی گودیں ہوتے کی کامت مصر میں کوئی برگ دبارے آئے تو خوب ہو گا۔ امریکہ جیسے حامی مصر کا سماں ہفت دن وہ نیوز دیک مصری جمہوریت کو "ناقوان جمہوریت" (FRAIL DEMOCRACY) قرار دیتا ہے۔

ہماری نگاہ میں فائح نہ دھجی ہے۔

اب دراً اوپر کی کارروائیوں کو دیکھیے اور منذکرہ الفاظ کو پڑھیے۔ کیا یہ سب کچھ سیکولر انتہا پسندی اور جنوبیت کا بہترین نمونہ نہیں ہے۔ نہ کسی عدالت کا ذکر، نہ قانون کا حوالہ، بس سیدھے سیدھے میں پیکر دیں گا۔ کیا اسی "یہیں" کے بیچ سے جمہوریت پھیلتے گی؟

صدر سادات کے ذہن پر خمینی انقلاب بُری طرح سوار ہے۔ ان کے ساتھی بختے ہیں کہ وہ نہ "شہزادہ ایران" میں اور نہ مصر کو ایران بننے دیں گے۔

ضمناً یہ بیان کردینا بھی ضروری ہے کہ اصل لڑائی تو ہوتی مذہبی جنوبیوں سے، مگر عوام کی توجہ بلانے اور حکومت کی مجبوریوں کا احساس دلانے کے لیے میں اسی مہر قمع پر روسی سازش کا شناسانہ بھی کھڑا کر دیا گیا ہے۔ پہلے کہا گیا کہ ایک سازش، پھر اطلاع دی گئی کہ قین سازشیں۔ دو چار دن بعد پان سات بھی ہو سکتی ہیں روس کو تو سازشیں کرنا ہی ہیں۔ اس میں تھی بات کیا ہے؟

دھونی یہ ہے کہ روسی سفیر ایک ایسی سازش کے سراغنہ تھے جس میں مشرقی بلاک کے منفرد سفارت خانے اور مصری کینونٹ ملوث تھے۔ تیز پر کہ روسی سفارت خاتمے میں کے جسے جو کے کمی ارکان کام کر رہے تھے۔ روسی سفیر دلا دیکھیر پولیا کوف اور ۲ دیگر روسی سفارت کارروں کو ہم گھنٹے ہیں مصر چھپوڑ دینے کا حکم دیا گیا۔ ہم روسی صحافیوں کو بھی سازش میں حصہ لینے کے الزام کے تحت نکال دیا گیا۔ ۲۳ مصری باشندوں کو اسی سازشی چیکر کی لپیٹ میں لیا گیا۔ ایک ہفتہ کے اندر انہر ایسے تمام معاملے مفسوخ کر دینے کا اعلان کر دیا گیا ہے جس کی رو سے روسی شہریوں کو مصر میں بین الاقوامی اداروں کے اندر کام کرنے کی اجازت تھی۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ مصر میں روسی سفارت خاتمے میں اتنی ہی تعداد ارکان ہونی چاہیے جتنی روس میں مصری سفارت خاتمے کے ارکان کی ہے۔ اس وقت روس کے ۱۴ ارکان کے مقابلے میں مصر کے ۱۰ ارکان کام کر رہے ہیں۔

روسی سازش کے علاوہ ایک اور اقدام یہ کیا گیا کہ قبطیوں کے پوپ شمنودہ کی پاپائیت کو ختم کر کے

اُسے قورکی ایک دیہاتی خانقاہ میں زینہ نگر انی رکھا گیا ہے۔ اس گرفتاری کے متعلق نیوز ویک نک نے بھی لکھا ہے کہ یہ محض دکھادے کا ایک افدام ہے تاکہ مسلمان یہ شمگھیں کرنے لے اپنی پرگرا ہے، قبطیوں کو بھی حصہ دیا گیا ہے۔

اب فردا جمالاً اس رو عمل کا بھی جائزہ لے لیجئے جو حکومت کے اقدامات کے نتیجے میں منوار ہوا۔

سب سے پہلے تو سامنے آئی ہے بشپ شموئیل کی مبارک باد۔ ظاہر ہے کہ حالیہ و اتحاد پر قبطیوں کو مستر کیوں نہ ہوتی ہوگی۔ اسرائیل نے بھی کچھ جلا نے ہوں گے۔ امریکی نے تو گریا مصری طوپی عربی کو پوری طرح فتح کر لیا۔ امریکہ جہاں جائے کیوں نہیں سے بڑھ کر اسلامیہ کو مردا تا ہے۔

چھ فرماں تو جو ہے سعودی عرب کی طرف سے مدادات کی نمائید و حادثت۔ وہ جو ظاہر ہے کہ تجدید پسند مسلم قوجرانوں کی طاقت سے جوڑو مدادات کر ہے وہی سعودی عرب کے حکمرانوں کو ہونا چاہیے۔ مگر سعودی عرب کے بیے بہتر یہ تھا کہ اسلامی تنظیموں اور مسلم فوجانوں کی مظلومیت پر انہمار درد کر کے ان کے جذبات کو ساختھ لیتا۔ وہ سروں کے مقابلے میں آنے سے پہلے از خود ان کے مقابلے پر جا کھڑے ہونا مفید تھیں ہے۔

اصل بحث یہ ہے کہ خود مصر میں کیا ہوا؟

قاهرہ کے الہرام میں استحکم کوہ اطلاع شائع ہوتی کہ مسجد النور سے بہت بڑا جلوس نکلا اور منظاہرہ ہوا۔ تفصیل قصہ یہ ہے کہ الشیخ عبدالحمید کشک، الشیخ احمد الملاوی اور الشیخ صباح ابوالعلیل (ارکن بالرینٹ) جیسے عظیم المرتبت خطیبوں کو گرفتار کر لیا اور ان کی جگہ سرکاری خطیب بھیجے گئے۔ سرکاری خطیب مسجد النور میں پہنچا تو ازان ہوتے ہی لوگوں نے نفرہ مانے تکبیر بلند کرنے شروع کر دیے۔ خطیب کو بولنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ یہاں تک کہ محافظین کے حلقوں میں وہ ہجوم سے بچ سچا کر نکلا۔ نماز جمعہ کے بعد ہزاروں مسلمان قرآن سروں پر رکھے اور کلمہ پڑھتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئے۔ ان لوگوں نے صدر مددوں کی پالیسیوں کے خلاف نفرے بھیجا لگائے۔ پولیس نے روکنا چاہا تو ہجوم نے پھراؤ کیا۔ آخر لامٹی چارچ کیا گی۔ اور آنسو گیس برسائی گئی۔ ہزاروں آدمی زخمی ہو گئے۔ اور سیکھوں نوجوان طلبہ گرفتار کر لیے گئے۔

اسی طرح جامع دیرالملاک میں شیخ عبدالحمید کشک خطیب بھتے۔ ان کے خطبتوں کی کشش کا حال یقیناً کہ لوگ گروہ گروہ آتے اور مسجد کے اروگر دکی تمام سڑکیں نمازیوں سے بھر جاتیں۔ اب جو شیخ کو گرفتار

کیا گی تو لوگ آن کی جگہ کسی دوسرے آدمی کو تبول کرنے پر تیار نہ تھے۔ چنانچہ یہاں بھی وہی ہوا۔ بزار وہ افراد کا ہجوم مظاہرے کے لیے نکل آیا۔ لاٹھی چارج ہوا، بے شمار لوگ زخمی ہوئے اور گرفتار یا اس عمل میں آئیں۔

اخبارات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس روز ۳۰ ہزار افراد سڑکوں پر آگئے نہ تھے اور جانبجا پولیس سے محظر پیش ہوئیں۔

رد عمل ابھی جاری ہے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کب کیا ہو گا۔

اخوان کے لیے ہمارے سینتوں میں سچی ہمدردیاں ہیں۔ آن کی ہر تکلیف میں ہم حصہ دار ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ صدر سادات زنجیروں اور لامپیوں سے راستے عام کا روشن بدلتے اور ستر کیں احیائے اسلام کے آگے بند باندھنے کے سبکے اگر حکمت و تدبیر اور صداقت وال صاف کا ماستہ اختیار کریں تو آن کے لیے بھی بہتر ہے اور ملک و قوم کے لیے بھی۔

ہم یہ بھی لفظیں رکھتے ہیں کہ اخوان چند سرچہرے اور جنوں افراد کا نام نہیں، بلکہ یہ ہزاروں لاکھوں افراد کا کارروائی ہے جس میں خدا و رسول پر سچے ایمان کے ساتھ جدید علوم سے آمادستہ مدربین اور دانشوروں کی ایک بڑی تعداد ہے اور یہ مصری میں محدود نہیں ہیں بلکہ پورے عالم عرب میں پھیل چکے ہیں۔ بلکہ برطانیہ، امریکہ اور پورپ میں ان کے حلقة کام کر رہے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ دنیا کے کسی گوشے میں جہاں بھی احیائے اسلام کی تحریکیں کام کر رہی ہیں۔ وہاں وہاں آن کے ہزاروں بھائی پھیلے ہوئے ہیں۔

عالیہ اسلام کی یہ غظیم تاریخی قوت جس کی ایک بڑی صفت اخوان ہیں، اُسے اب نہ زنجیریں پہنا کے رہو کا جاسکتا ہے اور نہ اُسے گولیوں کا نشانہ بنانا کر غتم کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح اس کے سامنے اس پر ظلم کرنے والی مختلف قہرماں قوتیں پچھلی نصف صدی میں غتم ہو چکی ہیں۔ اسی طرح مزید بدمستان اقتدار ایشیج پر اپنا خوفناک جلوہ دکھا کر رخصت ہو جائیں گے۔ باقی صرف وہ رہے گا جو خدا نے باقی کے سامنے ہے۔